الفیصل

مدیر

محمد ہاشم القاسمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرکز اسلامی حیدر آباد کا ترجمان

الفیصل

مکان 3-6-373/A، حمایت نگر حیدر آباد 29

ایڈیٹر: محمد ہاشم القاسمی ستمبر ۱۹۹۴ء شمارہ (۹۷)

فہرست

- دنیائے اسلام میں سعودی عرب کا مرکزی وکلیدی موقف ۲
- قرآن حکیم اور اسلاف کا رویہ ۶
- شریعت و طریقت آمنے سامنے ۱۱
- ایک اقتباس ۱۶
- حضرت مولانا قاری محمد طیب رح ۱۷

قیمت فی پرچہ	سالانہ	خصوصی
۳/=	۳۶/=	۱۰۰/=

حرفِ آغاز

دُنیائے اسلام میں سعودی عرب کا مرکزی و کلیدی موقف

دنیا کے مسلم ملکوں کی آبادی سو (۱۰۰) اور سوا سو (۱۲۵) کروڑ کے درمیان ہے۔ ان ملکوں میں رقبہ کے اعتبار سے سب سے بڑے تین مسلم ملک سوڈان الجزائر اور سعودی عرب ہیں ان ملکوں سے بھی بڑا رقبہ ہندوستان کا ہے جہاں دنیا کی دوسری سب سے بڑی مسلم آبادی ہے۔ لیکن یہاں مسلمان اقلیت میں ہیں اس لئے بھی اور مختلف تاریخی سیاسی اور نفسیاتی وجوہ کی بنا پر پریشان ہیں۔ سعودی عرب کی آبادی بہت کم ہے لیکن تیل کی دولت کی وجہ سے ساری دنیا میں سرفہرست ہونے کا اعزاز خطِ عرب کے اس ملک کو حاصل ہے جزیرہ نمائے عرب کا چار بٹے پانچ یعنی ۸۰ فیصد رقبہ سعودی عرب کا رقبہ ہے۔ ان تمام امتیازات سے بڑھ کر اور سب سے بلند اور عظیم ترین اعزاز یہ ہے کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ اسی سرزمین پر ہے جس کی وجہ سے اسے ساری دنیا کے مسلمانوں کے روحانی وجذباتی مرکز کی حیثیت حاصل ہے دنیا بھر میں تیل کے جتنے وسائل ہیں ان کے ایک تہائی وسائل سعودی عرب کے ہیں رقبہ کے اعتبار سے سعودی عرب برصغیر کہلانے والے ہندوستان کے رقبہ کے لگ بھگ دو تہائی رقبہ کے برابر رقبہ کا احاطہ کئے ہوئے ہے لیکن اس کی آبادی ہندوستان کی (۹۰) کروڑ آبادی کی دو فی صد سے بھی کم ہے جس کی وجہ سے دنیا کے سب سے زیادہ دولت مند ملکوں میں بھی سعودی عرب خصوصی امتیاز رکھتا ہے کیونکہ دولت کی بہتات ہے اور اس سے استفادہ کرنے والے کم ہیں جس طرح امریکہ کی یہ شہرت جاریہ صدی میں رہی ہے کہ وہ دنیا کا سب سے زیادہ خوشحال اور دنیا کا سب سے زیادہ دولت مند ملک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ

39560
28-12-96

عالمی ادارہ اقوام متحدہ کے ہیڈ کوارٹرس امریکہ (U S A) میں ہیں اور اقوام متحدہ کے مصارف کے ایک بڑے حصہ کی بابجائی کرنے کے علاوہ اس ادارہ کے لئے انتظامی حفاظتی وسائل کی فراہمی میں بھی امریکہ کا کلیدی رول ہے مسلم دنیا میں یہی رول سعودی عرب ادا کر سکتا ہے کیونکہ دوسرے بڑے مسلم ممالک خواہ وہ رقبہ کے اعتبار سے بڑے ہوں یا آبادی کے اعتبار سے بڑے مثلاً سوڈان الجزائر انڈونیشیا بنگلہ دیش اور پاکستان اپنی معاشی مشکلات یا دوسری کوتاہیوں کی وجہ سے مسلم دنیا میں امریکہ کا رول ادا نہیں کر سکتے۔ امریکہ اور سعودی عرب کے رول میں فرق یہ ہے کہ امریکہ ادارہ اقوام متحدہ کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے تو سعودی عرب کو یہ شرف وفضیلت حاصل ہے کہ ساری دنیا میں مسلمان جہاں بھی ہوں اس کی سرزمین کا دیدار کرنے کی آرزو، عزم اور تڑپ رکھتے ہیں اس کی سرزمین پر واقع اللہ کے گھر خانہ کعبہ کی طرف رخ کرکے اپنی نمازیں ادا کرتے ہیں اور خانہ کعبہ کے طواف عمرہ اور حج کی ادائی کو اپنی سب سے بڑی خوش نصیبی سمجھتے ہیں اس خوش نصیبی کی تکمیل اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک کہ دیار حبیب مدینہ منورہ کا دیدار نہ کرلیا جائے اس دیدار سے آنکھوں میں ٹھنڈک اور دل میں عشق رسول کی جو حرارت پیدا ہوتی ہے اس کی وجہ سے بھی مسلمان اسے دل وجان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں خانہ کعبہ اللہ کا گھر ہے تو مدینہ منورہ رب العلمین کے محبوب ترین نبی از ازل تا ابد عالمین میں جلوہ گر سب سے بلند سب سے زیادہ عظمت و بزرگی رکھنے والی شخصیت اور اخلاق و اطوار کے اعتبار سے سب سے زیادہ پاکیزہ اور سب سے زیادہ برگزیدہ۔ "بعد از خدا بزرگ توی قصہ مختصر"۔ ساری عظمتوں جملہ اوصاف تمام محاسن اور خوبیوں کے مجموعہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے وابستگی کی وجہ سے ہر مسلمان اس سے جو قلبی تعلق رکھتا ہے اس کا اظہار الفاظ میں ممکن نہیں جس طرح آفتاب کو دیکھنے کی تاب انسانی آنکھ میں نہیں ہوتی رسولِ اکرم ؐ سے قلبی و روحانی تعلق کا بیان انسانی فکر و

ذہن اور زبان کے لئے ممکن نہیں دنیا کے کونے کونے سے ہر سال مسلمان فریضۂ حج کی سعادت حاصل کرنے اور مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہونے کے لئے سعودی عرب آتے ہیں ان کی تعداد سال تمام میں (۶۰) لاکھ سے زائد بتائی گئی ہے آنے والے برسوں میں یہ تعداد بڑھتی جائے گی کیونکہ آج کی دنیا سکڑ کر رہ گئی ہے ماضی قریب میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کا سفر دنیا کے بیشتر ملکوں میں رہنے والوں کے لئے ان کی زندگی کا کٹھن ترین اور طویل ترین سفر ہوا کرتا تھا لیکن تیز رفتار طیاروں نے مہینوں کے اس سفر کو گھنٹوں کے سفر میں تبدیل کر دیا ہے اس اعتبار سے آنے والے برسوں میں ساری دنیا سے عمرہ حج اور زیارت کے لئے آنے والے کروڑہا افراد کے لئے بہترین انتظامات ان کے لئے عصری سہولتیں اور آسائشیں بہم پہنچانے کی ذمہ داری سعودی عرب ہی انجام دے سکتا ہے خدائے تعالیٰ کی مشیت بھی یہی ہے کہ اس نے مالی و مادی وسائل سے بھی اس ملک (سعودی عرب) کو اتنا مالا مال کیا ہے کہ وہ بخوشی اپنی ذمہ داریوں کو پورا کر سکتا ہے اس بارے میں دو رائیں نہیں ہونی چاہئیں اس کے باوجود وقفہ وقفہ سے یہ سوال اٹھائے جاتے ہیں کہ سعودی عرب کو ہی کیوں اس سلسلہ میں اجارہ دارانہ موقف حاصل رہے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کو مسلم ملکوں کے کسی متحدہ انتظام کے تحت دیا جاسکتا ہے یا ان دونوں شہروں کو الگ الگ خود مختار مقدس شہروں میں تبدیل کیا جا سکتا ہے جس طرح کہ اٹلی (روم) میں عیسائیوں کے مذہبی و روحانی سربراہ پوپ اعظم (پاپائے اعظم روم) کے ہیڈکوارٹر ویٹیکن (VATICANCITY) کو ایک الگ آزاد اور خود مختار ملک کی حیثیت دی گئی ہے حالانکہ اس کا رقبہ ۴۴ ہیکٹر اور اس کی آبادی صرف ایک ہزار نفوس پر مشتمل ہے دنیا میں کئی بڑی عمارات ایسی موجود ہیں جن میں سے ایک ایک عمارت کی تمام منزلوں کا مجموعی رقبہ اس شہر ویٹیکن سے کئی گنا زیادہ ہے اور ایک ایک عمارت میں ہزاروں افراد رہتے ہیں یا اپنے کاروبار انجام دیتے ہیں۔ ان تمام باتوں کے قطع نظر مسلمانوں کے مقدس مقامات جن ملکوں میں

ہیں ان مقدس مقامات کی نگہداشت اور زیارت کرنے والوں کے لیے انتظامات متعلقہ ملکوں ہی کی ذمہ داری ہوتے ہیں اس صاف سیدھی بات اور رواج کو مسئلہ بنا کر کوئی تنازعہ کھڑا کرنا فتنہ پیدا کرنے کے مترادف ہوگا۔ سعودی عرب بفضلِ تعالیٰ اسی موقف پر ہے کہ مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور اپنی سرزمین کے مقاماتِ مقدسہ کی حفاظت نگرانی اور وہاں آنے والوں کے لیے اعلیٰ درجہ کے انتظامات کرنے کے علاوہ دنیا کے (۱۵۰) سے زیادہ ملکوں میں سے بیشتر ملکوں سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کے لیے مساجد کی تعمیر ان کے اسلامی و علمی اداروں کی مالی اعانت بھی نہایت فیاضی اور فراخ دلی کے ساتھ کیا کرتا ہے بوسنیا کے مسلمانوں کی سعودی عرب نے جو مدد کی مختلف مسلم ملکوں کی اس نے جو مالی اور معاشی امداد کی، سیاسی اختلافات کے باوجود تنظیم آزادی فلسطین کی جو اعانت سعودی عرب کر رہا ہے یہ سب اس کی سخاوت اور اس کی دردمندی کی چند مثالیں ہیں ہر آزاد اور خود مختار ملک کے حدود کے اندر ایک اور آزاد اور خود مختار ملک کا وجود۔ منطقی اعتبار سے ممکن ہی نہیں ہوتا۔ یہاں اقتدارِ اعلیٰ اور علاقائی سالمیت کے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں اقتدار اعلیٰ ناقابلِ تقسیم ہوتا ہے۔ ساری دنیا کے مسلمان پہلے ہی اتحاد کے فقدان کی وجہ سے گمراہی پستی اور پسماندگی کے حالات سے دوچار ہیں اصل مسئلہ یہ ہے کہ ملت اسلامیہ کو جسدِ واحد کی طرح متحد کیا جائے باہمی اشتراک و تعاون کے ذریعہ مسلمانانِ عالم کی ترقی کی رفتار کو تیز کیا جائے اس کی بجائے نزاع جھگڑا تلخی اور کشیدگی پیدا کرنے کی باتوں اور اعمال کو ناپسندیدہ ہی کہا جائے گا۔ ساری دنیا کے مسلمان اگر بیدار شعور کا مظاہرہ کر کے فروعی اختلافات سے دور رہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ اشتراک و تعاون کے ذریعہ اپنے حالات کو آپ بدلنے کیلئے جدوجہد کریں تو دنیا کی سب سے بڑی اور سب سے زیادہ مستحکم طاقت بن سکتے ہیں معمولی جاپان جسے دنیا کے نقشہ میں تلاش کرنا پڑتا ہے آج اپنی فکر و عمل کی وجہ سے دنیا کی عظیم ترین معاشی طاقت بن چکا ہے مسلم ممالک اگر چاہیں تو ایسے کئی جاپان وہ اپنی سرزمین پر پیدا کر سکتے ہیں۔

۱۵۔ الفیصل، ستمبر ۱۹۹۴ء

مولانا حافظ نور محمد نہڑی ۔ سندھ

قرآنِ حکیم اور اسلاف کا رویہ

عنوان بالا کے تحت صحابہ رضؓ و تابعین ، ائمۂ اسلام علماء راسخین اور بلند پایہ مشائخ اور اہل قلوب کے چند واقعات درج کئے جاتے ہیں ، جن سے ان کے قرآنِ مجید کے ساتھ عشق و شغف اس کے آداب و عظمت اس کی تلاوت میں محویت و استغراق اور لذت و کیفیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے ، اس سلسلہ کی ابتدا خود اس ذات قدسی سے کی جاتی ہے جس پر قرآنِ پاک نازل ہوا ۔

★ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ مجھے قرآن سناؤ ، میں نے کہا : آپؐ ہی پر نازل ہوا ہے اور آپ ہی کو سناؤں ؟ فرمایا کہ ہاں میں دوسروں سے سننا چاہتا ہوں ، میں نے سورۂ نساء پڑھنا شروع کی جب اس آیت پہ پہونچا جس کا ترجمہ یہ ہے ۔ سو اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک ایک گواہ حاضر کریں گے اور لوگوں پر آپ کو بطور گواہ کے پیش کریں گے ۔ میں نے سر اٹھایا تو دیکھتا ہوں کہ آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں ۔

★ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ مائدہ کی آیت ۱۱۸ جس کا ترجمہ ہے " تو اگر ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر انہیں بخش دے تو بھی تو زبردست حکمت والا ہے " کو بار بار پڑھتے رہے یہاں تک کہ پوری رات گذر گئی ۔ اور صبح ہوگئی ۔

★ حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ بڑے رقیق القلب تھے قرآن پڑھتے وقت آنکھوں پر قابو نہ رکھ سکتے تھے اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے ۔

★ ابو رافع کہتے ہیں کہ میں ایک دن عمرؓ کے پیچھے فجر کی نماز پڑھ رہا تھا میں مردوں کی اس آخری صف میں تھا جس کے بعد عورتوں ہی کی صف ہوتی ہے، آپؓ سورۂ یوسف پڑھ رہے تھے، جب سورۂ یوسف کی اس آیت پر پہونچے جس کا مفہوم ہے کہ "حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا میں تو اپنے رنج و غم کی شکایت بس اپنے اللہ ہی سے کر رہا ہوں" حضرت عمرؓ بلند آواز سے قرآن شریف پڑھتے تھے۔ آپ پر ایسا گریہ طاری ہوا کہ ان کی ہچکیوں کی آواز تین صفوں کے پیچھے سنی۔

★ حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ اپنے رات کے ورد میں کبھی کبھی کوئی آیت پڑھتے تو اتنا روتے کہ گر جاتے اور کثرت گریہ کی وجہ سے طبیعت نڈھال ہو جاتی اور آپ کو گھر میں ٹھہرنا پڑتا اور لوگ عیادت کے لئے آتے۔

★ محمد ابن سیرین کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ پوری رات ایک رکعت میں گذار دیتے تھے جس میں پورا قرآن پڑھ لیتے تھے۔

★ امام احمد اور ابن عساکر کی روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ کہتے تھے کہ تمہارے دل پاک ہو جائیں تو تم کو کبھی کلام اللہ سے سیری نہ ہو، میں نہیں چاہتا کہ میری عمر میں کوئی دن ایسا گذرے جس میں مجھے قرآنِ مجید دیکھ کر پڑھنے کی نوبت نہ آئے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت ہوئی تو جس مصحف میں وہ پڑھا کرتے تھے وہ ان کی تلاوت کی کثرت سے جا بجا شکستہ ہو گیا تھا۔

★ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ مجھے سورۂ یوسف حضرت عثمانؓ کے پیچھے پڑھنے سے یاد ہو گئی کیونکہ وہ کثرت سے فجر کی نماز میں سورۂ یوسف پڑھتے تھے۔

★ حضرت علی المرتضیٰؓ کو وفات نبویؐ کے بعد قرآن شریف کے حفظ میں اتنا انہماک ہوا کہ کئی روز تک گھر سے باہر نہیں نکلے۔

★ زرارہ ابن عوفی کے متعلق تو یہاں تک بیان کیا گیا ہے کہ وہ جامع مسجد میں نماز پڑھا رہے تھے جب سورۂ مدثر کی اس آیت پر پہونچے جس کا مفہوم ہے کہ "پھر جس دن صور پھونکا جائے گا۔ سو وہ دن کافروں پر سخت ہوگا نہ کہ آسان" تو ان کی

ان کی روح پرواز کر گئی اور وہ گر گئے۔

★ خلیدؒ نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک آیت کو بار بار دہراتے رہے کسی نے گھر کے ایک گوشہ سے آواز دی کہاں تک اس آیت کو دہراتے رہو گے نہ معلوم کتنوں کے جگر شق ہو گئے۔

★ حضرت اسماءؓ بنتِ ابو بکرؓ کے خادم حمزہ کہتے ہیں کہ حضرت اسماءؓ نے مجھے بازار بھیجا، اس وقت وہ سورۃ طور کی ایک آیت تلاوت کر رہی تھیں میں بازار گیا بھی اور واپس بھی آ گیا اور وہ ابھی تک وہی آیت تلاوت کر رہی تھیں۔

★ حضرت تمیم داریؒ مقام ابراہیم پر آئے اور سورۃ جاثیہ کی یہ آیت پڑھنا شروع کی۔ کیا جو لوگ برے کام کر رہے ہیں اس خیال میں ہیں کہ انہیں ان جیسا دکھیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہ ان کی زندگی اور ان کی موت یکساں ہے۔ سو کیا برا حکم یہ لوگ لگاتے ہیں" تو اس کو برابر دہراتے رہے اور روتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

★ حضرت سعید ابن جبیر رمضان المبارک میں امامت کر رہے تھے جب وہ آیت "جب ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی، ان کو گھسیٹتے ہوئے کھولتے ہوئے پانی میں لے جایا جائے گا اور پھر یہ آگ میں جھونک دیئے جائیں گے۔ پر آئے تو بار بار اس کو دہراتے رہے۔ ایک رات تہجد میں یہ آیت پڑھی اور اس دن سے ڈرتے رہو جس میں تم سب اللہ کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے" تو اس کو تقریباً بیس مرتبہ دہرایا اور اتنا روئے تھے کہ کثرت گریہ کی وجہ سے آنکھوں میں تکلیف ہو گئی۔

★ حضرات امام ابو حنیفہؒ نے ایک مرتبہ تہجد میں یہ آیت پڑھی " لیکن اس کا اصل وعدہ تو قیامت کے دن کا ہے، اور قیامت بڑی سخت اور ناگوار چیز ہے" اور وہ اس آیت کو صبح تک پڑھتے رہے۔

★ مشہور مصنف و محدث، مورخ و ناقد علامہ ابن جوزی ہر ہفتہ ایک قرآنِ مجید ختم کرتے تھے۔

★ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ فاتح بیت المقدس کو قرآنِ مجید سننے کا بڑا

شوق تھا کبھی کبھی اپنے برج میں پہرہ داروں سے دو دو تین تین پارے سن لیا کرتے تھے بڑے خاشع و خاضع اور رقیق القلب انسان تھے۔ قرآن مجید سنکر اکثر آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔

★ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ ۷ شعبان ۷۲۶ھ کو نظر بند کیے گئے جہاں انہوں نے ۲۲ ذی القعدہ ۷۲۸ھ کو سفر آخرت اختیار کیا، اس فرصت میں ان کا سب سے بڑا مشغلہ تلاوت قرآن پاک تھا، وہ جیل میں تقریباً دو سال چار ماہ رہے اس مختصر مدت میں انہوں نے اپنے بھائی شیخ زین الدین تیمیہؒ کے ساتھ قرآن مجید کے اسّی دور ختم کرنے کے بعد جب نیا دور شروع کیا اور سورۂ قمر کی اس آیت پر پہونچے "جو پرہیز گار ہیں ان باغوں اور نہروں کے درمیان ہوں گے۔ ایک اعلیٰ مقام پر قدرت والے بادشاہ کے نزدیک" تو بجائے اپنے بھائی زین الدین کے عبداللہ ابن محب اور عبداللہ الزرعی کے ساتھ دور شروع کیا، یہ دونوں نہایت صالح شخص تھے اور آپس میں حقیقی بھائی تھے، امام ابن تیمیہؒ کو ان کی قرابت بہت پسند تھی، یہ دور ختم نہیں ہونے پایا تھا کہ زندگی کے دن پورے ہو گئے۔

★ آٹھویں صدی کے مشہور بزرگ سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ (متوفی ۷۲۵ھ) کو قرآن مجید کا خصوصی ذوق تھا، اس کے حفظ کا اہتمام و تلاوت کی کثرت کی تاکید فرماتے تھے، امیر حسن علاء جب حضرت خواجہ سے متعلق ہوئے تو وہ بوڑھے ہو چکے تھے اور شعر و شاعری زندگی بھر کا مشغلہ تھا، حضرت خواجہ نے ان کو ہدایت کی کہ قرآنی ذوق کو شعر و شاعری کے ذوق پر غالب کریں۔ امیر فوائد الفواد میں لکھتے ہیں کہ "بارہا ان مخدوم کی زبان مبارک سے میں نے یہ لفظ سنے ہیں کہ چاہیے کہ قرآن مجید کا پڑھنا شعر کہنے پر غالب آجائے۔"

★ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (م ۱۰۳۴ھ) کے حالات میں آتا ہے کہ تلاوت کے وقت چہرۂ مبارک اور پڑھنے کے انداز سے سامعین کو ایسا محسوس ہوتا کہ اسرار قرآنی و برکات آیات کا فیضان ہو رہا ہے، نماز اور بیرون نماز میں خوف

کی آیات پڑھتے یا جن آیات میں تعجب و استفہام آتا ہے اس کا اندازہ و لہجہ پیدا ہو جاتا۔ رمضان میں تین قرآن سے کم ختم نہ کرتے، خود حافظ قرآن تھے۔

★ حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادیؒ (متوفی ۱۳۱۳ھ) ایک روز تلاوت قرآن کر رہے تھے کہ آپ پر کیفیت طاری ہوئی۔ مولوی سید تجمل حسین صاحب سے فرمایا کہ جو لذت ہم کو قرآن میں آتی ہے اگر تم کو وہ لذت ذرہ بھر آجائے تو ہماری طرح بیٹھ نہ سکو، کپڑے پھاڑ کر جنگل کو نکل جاؤ۔ آپ نے آہ کی اور حجرے میں تشریف لے گئے کئی روز تک بیمار رہے۔

★ حضرت مولانا سید محمد علی نے فرمایا کہ میں نے ابتداء میں حضرت سے عرض کیا کہ کیا مجھ کو جو مزہ شعر میں آتا ہے قرآن مجید میں نہیں آتا، آپ نے فرمایا کہ ابھی بُعد ہے، قرب میں جو مزہ قرآن شریف میں ہے کسی میں نہیں۔

★ مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں کہ مجھ سے فرمایا کہ قرآنِ شریف اور حدیث پڑھا کر کہ اللہ میاں دل میں آکر بیٹھ جاتے ہیں (یعنی ان کی یاد اس طرح قلب میں راسخ ہو جاتی ہے گویا خود مذکور قلب میں اتر گیا ہے)

★ **مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں کہ ایک بار مولانا محمد علی وغیرہ کا مجمع تھا، قرآن شریف کا ترجمہ ہوا، رکوع یہ تھا "اور آپ اس کتاب میں ابراہیمؑ کا ذکر کیجیے وہ بڑے راستی والے نبی تھے" اس کا ترجمہ فرمایا اور بعد اس کے وہ آیت پڑھی گئی جو حضرت اسمٰعیلؑ کے بیان میں ہے "وہ اپنے رب کے پاس پسندیدہ تھے" ترجمہ فرمایا کہ تھا اپنے رب کا پیارا، یہ فرما کر چیخ ماری اور آپ پر گویا کیفیت مدہوشی کی طاری رہی اس واقعہ کے بعد دو مہینے سخت علیل رہے۔**

یہ تھے ان حضرات کے واقعات جن کا عشق و شغف قرآنِ مجید کے ساتھ بے انتہا تھا، آج کل ہماری حالت یہ ہے کہ ہمیں ہر چیز سے شغف و تعلق ہے اگر نہیں ہے تو کلام خداوندی سے ہم قرآن مجید سے غافل ہو گئے اسی کا نتیجہ ہے کہ آج ہم دنیا میں ہر جگہ رسوا ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآنِ پاک سے لگاؤ و محبت نصیب فرمائے آمین۔

ڈاکٹر عبدالحیٔ فاروقی

شریعت و طریقت آمنے سامنے

نقطۂ نظر کا اختلاف اگر مبنی بر خلوص ہو تو وہ رحمت و رأفت کا سبب بنتا ہے اور اس میں تخریب نہیں بلکہ تعمیر مضمر ہوتی ہے۔ اسی لئے بزرگانِ دین کے یہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلہ میں حدود کی بڑی رعایت کی جاتی ہے۔

سلطان الاولیاء حضرت خواجہ نظام الدین دہلوی قدس سرہ کے زمانے میں دہلی میں قاضی ضیاء الدین سنامی علیہ الرحمۃ عہدہ احتساب پر مامور تھے۔ آپ نہایت متدین عالم دین اور شرعی معاملات میں کسی قسم کی رورعایت کے قائل نہیں تھے۔ حضرت خواجہؒ سے آپ کو مسئلہ سماع پر شدید اختلاف تھا خواجہ صاحبؒ نے اپنے یہاں سماع کے لئے کچھ شرائط مقرر کر رکھی تھیں۔ اور انہیں قیود و پابندیوں کے ساتھ آپ کی مجلس میں سماع ہوتا تھا۔

ان شرطوں میں کچھ یہ تھیں:

" سامع از اہل دل باشد، از اہل ہوا و شہوت نباشد .... مسمع مرد تمام باشد، زن و کودک نہ باشد .... مسموع مضمون ہزل نہ باشد ..... آلہ سماع چنگ و رباب درمیاں نہ باشد، .... یعنی

(سننے والا اہل باطن ہو، اہل ہوائے نفسانی و اہل شہوت نہ ہو ..... سنانے والا مرد ہو، عورت یا بے ریش لڑکا نہ ہو ..... سننے کی جو چیز ہو اس میں

کوئی بیہودہ چیز نہ ہو ...... آلۂ سماع میں باجا گاجا نہ ہو)

اس طرح حضرت خواجہ کا سماع درست تھا۔ اور ان کے لئے جائز .... تھا۔ لیکن قاضی صاحبؒ کو اس پر بھی اعتراض تھا وہ کہتے تھے کہ لوگ یہ نہیں دیکھیں گے کہ خواجہ صاحب سماع کن شرائط کے ساتھ سنتے تھے وہ تو صرف یہ جانیں گے کہ وہ گانا سنتے تھے اس لیے ان کے اس عمل کو دلیل بنالیں گے۔

ایک بار قاضی صاحبؒ کو معلوم ہوا کہ خواجہ صاحبؒ کے یہاں سماع ہو رہا ہے لہٰذا وہ اپنے پورے عملہ کو وہاں لے کر پہونچ گئے۔ یہاں دیکھا کہ ایک بہت بڑا شامیانہ لگا ہوا ہے۔ اور اس کے اندر مجلس سماع ہو رہی ہے۔ وہاں اس قدر ہجوم تھا، کہ قاضی صاحبؒ کو بھی اندر جانے کی جگہ نہ ملی۔ انہوں نے حکم دیا کہ شامیانے کی طنابیں کاٹ دی جائیں تاکہ مجمع منتشر ہو جائے۔ چنانچہ محتسبین کے عملہ نے طنابیں کاٹ دیں۔ مگر شامیانہ اسی طرح ہوا میں معلق رہا اور گرا نہیں۔ قاضی صاحبؒ نے اپنی جماعت سے کہا :

اس بات سے دھوکا نہ کھانا۔ بدعتی سے بھی خوارق کا صدور ہو سکتا ہے جو قبولیت کا سبب نہیں ہوتا۔

قاضی صاحبؒ اس وقت تو واپس چلے گئے مگر دوسرے وقت خواجہ صاحبؒ کی قیامگاہ پر پہونچے۔ اور کہا۔

کیا آپ سماع سے توبہ نہیں کریں گے ؟

خواجہ صاحب نے جواباً فرمایا :

اگر ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی تائید کرا دیں تب تو آپ منع نہ کریں گے ؟

قاضی صاحبؒ نے کہا کہ اچھا تائید کرائیے۔

حضرت خواجہ صاحبؒ نے ان کی طرف توجہ کی تو ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت مکشوف ہوئی اور آپؐ نے فرمایا کہ فقیر کو کیوں تنگ کرتے ہو ؟

قاضی صاحبؒ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! مجھے کچھ خبر نہیں کہ میں کس حال میں ہوں، جاگ رہا ہوں یا سو رہا ہوں۔ مدہوش ہو یا ہوش میں ہوں آپ کے جو ارشادات حضرات صحابہؓ نے بیداری کی حالت میں آپ سے سنکر بیان فرماتے ہیں وہ اس ارشاد سے اولیٰ اور اقدم ہیں جو اس وقت میں سن رہا ہوں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور پھر یہ حالت ختم ہو گئی۔ اب خواجہ صاحبؒ نے کہا:

دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا۔ اس پر قاضی صاحبؒ نے کہا:

دیکھا ہم نے اس پر کیا عرض کیا۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں اور قاضی صاحبؒ ابھی بیٹھے ہی تھے کہ خواجہ صاحبؒ نے قوال کو اشارہ کیا اور اس نے اشعار پڑھنا شروع کر دیا۔ قوال نے کوئی شعر پڑھا جس پر خواجہ صاحبؒ کو وجد آیا اور وہ کھڑے ہو گئے تو قاضی صاحبؒ نے ہاتھ پکڑ کر بٹھلا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد غلبۂ وجد سے خواجہ صاحب پھر کھڑے ہو گئے تو دوبارہ قاضی صاحبؒ نے انہیں بٹھلا دیا۔ کچھ دیر کے بعد خواجہ صاحبؒ پھر مغلوب الحال ہو کر کھڑے ہو گئے تو اس پر قاضی صاحبؒ بھی ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ اس پر قاضی صاحبؒ کی جماعت والوں کو بڑا تعجب ہوا کہ یہ کیا ہونے لگا ان لوگوں کو یہ خیال گذرا کہ شائد قاضی صاحبؒ اب سماع کے قائل ہو جائیں گے۔ جب مجلس سماع ختم ہوئی تو قاضی صاحبؒ یہ کہہ کر اٹھے کہ میں پھر کسی اور وقت آؤں گا۔ اور آپ سے اس بدعت کو ترک کراؤں گا۔ اس عرصہ میں لوگوں نے پوچھا کہ جب تیسری بار حضرت خواجہؒ وجد میں آکر کھڑے ہوئے تو آپ کیوں ان کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے تھے؟

قاضی صاحبؒ نے جواب دیا۔ پہلی دفعہ جب خواجہ صاحبؒ کو وجد آیا تو ان کی روح پہلے آسمان تک پہونچی، یہاں تک کہ میری روح بھی وہیں پہونچی لہذا میں ان کو واپس لے آیا۔ دوسری مرتبہ جب وجد آیا تو ان کی روح عرش کے نیچے پہونچی۔ یہاں تک میری رسائی بھی تھی۔ اس لئے وہاں سے بھی

میں ان کو واپس لے آیا اور بٹھلا دیا۔ اب جو تیسری بار وجد آیا تو ان کی روح فوق العرش پہونچ گئی۔ بہلا نے چاہا کہ میں انہیں وہاں سے بھی واپس لاؤں۔ مگر ملائکہ عرش نے یہ کہہ کر روک دیا کہ عرش کے اوپر نظام الدین ہی جا سکتے ہیں تم نہیں جا سکتے۔ اس وقت مجھے عرش کی تجلیات نظر آئیں اور میں ان تجلیات کے سامنے دست بستہ کھڑا ہو گیا۔ میں کسی بدعتی کے سامنے دست بستہ نہیں کھڑا ہوا تھا بلکہ تجلیات الٰہیہ کے سامنے کھڑا ہوا تھا وہ چاہے عرش کے اوپر پہونچ جائیں میں بدعت سے پھر بھی انہیں منع کروں گا۔

اسی درمیان حضرت خواجہ صاحبؒ کو اطلاع ملی کہ قاضی ضیاء الدین سنامیؒ بیمار ہو گئے ہیں اور معالجین کے خیال کے مطابق یہ مرض الموت ہے اور اب ان کے آخری لمحات چل رہے ہیں۔ خواجہؒ نے ان کی عیادت کو جانے کا فیصلہ کیا۔ لوگوں نے کہا بھی کہ وہ تو آپ کو برا بھلا کہتے ہیں اور آپ پر نکیر کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا: یہ ان کا منصب اور ان کا حق ہے۔

بہر کیف خواجہ صاحبؒ عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ دروازہ پر پہونچ کر اطلاع کرائی کہ عیادت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ جب اطلاع گئی تو اس وقت قاضی صاحبؒ ہوش وحواس میں تھے اور کہلوایا کہ:

"یہ لقاء محبوب کا وقت ہے اور وصال حق کا وقت ہے اور اب دنیا سے رخصت ہونے کا وقت ہے۔ اس وقت میں کسی بدعتی کا منہ نہیں دیکھنا چاہتا۔ ایسا نہ ہو کہ اس کے مواجہہ میں میری موت آجائے"

حضرت خواجہ صاحبؒ نے جواباً کہلوایا:

"نظام الدین ایسا گستاخ نہیں ہے کہ بارگاہ سنت میں بدعت سے ملوث ہو کر آئے وہ اس بدعت سے توبہ کر کے آیا ہے۔"

یہ جواب سنکر قاضی صاحب نے فرمایا:

"میں یہی چاہتا تھا کہ اس مسئلہ کی نکیر ہو جائے۔ یہ حضرت کی جلالت شان

سے واقف ہوں"

یہ کہتے ہی ان پر ایک خاص قسم کی کیفیت طاری ہو گئی اور آبدیدہ ہو کر اپنا عمامہ سر سے اتار کر خادم کو دیا کہ لے جاؤ یہ میرا عمامہ راہ میں بچھا دو اور حضرت خواجہ سے کہو کہ اس پر پیر رکھ کر تشریف لائیں۔ جب خادم عمامہ لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کو سر پہ رکھ لیا۔ اور فرمایا کہ یہ عمامہ شریعت ہے میں اس کو اپنے سر پہ رکھ کر حاضر ہوں گا" جب آپ تشریف لائے تو قاضی صاحبؒ نے یہ شعر پڑھا سہ

آنانکہ بنظر خاک رابنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

اور پھر توجہ و دعا کی درخواست کی۔ چنانچہ خواجہ صاحبؒ نے۔ توجہ فرمائی، دعا کی اور مزاج پرسی کر کے لوٹنے لگے۔ ابھی باہر نہیں آئے تھے کہ اطلاع ملی کہ قاضی صاحبؒ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت خواجہؒ کو بیحد صدمہ پہونچا آپ روتے تھے اور فرماتے تھے کہ افسوس آج شریعت کا ستون گر گیا۔

یہ الفاظ کس کے لئے کہے جا رہے تھے جو آپ کو بدعتی کہتا تھا جس کو آپ کا مونہہ دیکھنا گوارا نہ تھا اور دوسری طرف علو مرتبت وشان اور حدود کی رعایت کا تھا۔ دونوں طرف سے ادب و احترام کا معاملہ تھا کہیں نفسانیت اور انا پرستی نہ تھی۔

(افادات حکیم الامتؒ)

ان العباد کلھم اخوۃ   تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں

الا کلکم بنو آدم و آدم من تراب   تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے تھے

(حدیث)

ڈاکٹر اسرار احمد - لاہور

ایک اقتباس

مجھے اندیشہ ہے کہ میرے خلاف طوفان اٹھے گا، لیکن میں عرض کروں گا کہ اس وقت آپ کو چاہئیے کہ بھارتی حکومت کو کوئی " FACESAVING " دیں۔ دنیا میں بھارت کو ایک جمہوریت تسلیم کیا جاتا ہے۔ وہاں بہت مضبوط اپوزیشن موجود ہے جو اس کو ہلنے نہیں دے گی۔ اگر وہ کچھ کرنا بھی چاہتے ہیں تو انہیں معلوم ہے کہ بی جے پی جیسی اپوزیشن وہاں موجود ہے۔ اس حوالے سے جو ان کی شرائط ہیں کہ پہلے کچھ دیگر معاملات پر گفتگو کرنی چاہئیے، فضا کو کچھ ہموار بنانا چاہئیے تاکہ باہم بیٹھ کر ہم گفتگو کر سکیں میں سمجھتا ہوں اس ضمن میں ہمیں صلح حدیبیہ کی مثال سامنے رکھنی چاہئیے۔ ایک وقت میں کچھ نرمی دکھانا ہی کامیابی کی بہت بڑی دلیل بن جاتی ہے۔ صلح حدیبیہ میں حضورؐ نے کفارِ مکہ کے ساتھ جو مصالحت کی تھی وہ کس قدر غیر مساویانہ تھی۔ اس پہ مسلمانوں کے خون کھول رہے تھے۔ حضرت عمرؓ کا ردِعمل بھی کافی شدید تھا۔ میرے علم میں کوئی واقعہ نہیں ہے جس میں حضرت ابو بکرؓ بھی حضورؐ کے ساتھ نہ ہوں، لیکن اس موقع پر وہ بھی ساتھ نہیں تھے۔ کیونکہ جب حضورؐ نے فرمایا کہ اب احرام کھول دو اور یہیں قربانیاں دے دو تو ایک بھی صحابی نہیں اٹھا۔ گویا حضرت ابو بکرؓ بھی نہیں اٹھے۔ دوبارہ کہا تو کوئی نہیں اٹھا، تیسری بار کہا تو بھی کوئی نہیں اٹھا۔ اس کے بعد آپ دل گرفتہ ہو کر خیمے میں تشریف لے گئے اور حضرت ام سلمہؓ سے کہا کہ میں نے مسلمانوں سے کہا ہے کہ قربانیاں دے دو لیکن کوئی ایک بھی نہیں اٹھا۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ یا رسول اللہؐ آپ کسی سے کچھ نہ کہئیے بلکہ جا کر اپنا احرام کھول دیجئیے اور قربانی دے دیجئیے جب یہ ہو گیا تو سب اٹھ گئے۔ اس ایک طرفہ شرائط والی صلح کو قرآن حکیم میں " اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا " کہا گیا ہے۔ میں اس وقت ایک سو برس کی نفسیات کے خلاف بات اس لئے کر رہا ہوں کہ اگر میرے سامنے "ہُوَ مُ ابْلِيْتِيَن" کا بھی کوئی فلسفہ ہے تو دوسری طرف " JEW WORLD ORDER " جبکہ امریکہ محض اس کا آلۂ کار ہے۔ لہذا ہمیں اپنی خارجہ حکمت عملی پر نظر ثانی کرنی چاہئیے۔

۱۶ الفیصل - ستمبر ۱۹۹۴ء

مفتی جمیل الرحمٰن قاسمی، ہاپوڑ

حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ

(۲)

ہمہ گیر شخصیت اسلام کے عائلی قوانین کا مسئلہ ہو پرسنل لاء میں ترمیم کا منصوبہ ہو دینی مکاتب و مدارس کی آزادی سلب کرنے کی اسکیم ہو ارتداد اور شدھی کی تحریک ہو فتنۂ قادیانیت کا واویلا ہو دینی تشخص اور ملی وحدت کو پارہ پارہ کرنے والی گھناؤنی سازشیں ہوں۔ ہر محاذ پر قطب وقت حضرت حکیم الاسلام پیش پیش نظر آئے اپنی حق گوئی اور ثابت قدمی سے دقت اور بحث کے چیلنجوں کا مقابلہ کیا۔ اسلاف و اکابر کی صداقت اور عزیمت کبریٰ کو زندہ و تابندہ کیا۔ ؎

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار
گلچینِ بہارِ تو زداماں گلہ دارد

ولایت و قطبیت راقم کو بچپن سے اکابرِ علماء سے فیضیاب ہونے کا ذوق و شوق رہا اقطاب ابدال اولیاء کے احوال پڑھتا اور سنتا دل میں تمنا جوش زن ہوتی کاش میں ان وقتوں میں ہوتا۔ اولیاء کاملین کے حضور فیض گنجور سے خوشہ چینی کرتا۔

حضرت حکیم الاسلام، قبلہ والد بزرگوار حضرت قاری عبدالرحمٰن علیہ الرحمۃ کی دعوت پر بارہا ہاپوڑ تشریف لائے جامعہ رحمانیہ کے اجتماعات کو خطاب فرمایا حضرت کے مواعظِ حسنہ دل پر اثر انداز ہوئے دارالعلوم کے دورِ طالب علمی میں حضرت سے مزید قریب کی سعادت اس تہی داماں کے حصہ میں آئی حجۃ اللہ البالغہ کے اسباق سے فیضیاب ہوا مسلسلات الحدیث پڑھنے کا موقعِ زریں ملا آب و خرما

اکابر کا خراجِ تحسین

وقت کے اہلِ نسبت اکابر نے آپ کے جہد و عمل کو قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ ستائش فرمائی۔ رفقاء و تلامذہ سے دادِ تحسین حاصل کرنا آسان ہے۔ لیکن مشائخ و اکابر علماء کے کلماتِ ستائش سعادت مندوں کے حصے میں آتے ہیں۔ اکابر علماء کی تحریر کے چند اقتباس یہ ہیں۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے اپنی آخری بیماری کے موقع پر حضرت حکیم الاسلام کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اس کو بوسہ دیا اور اپنے دل پر رکھ کر ارشاد فرمایا:۔

اس ہاتھ سے ایک عجیب و غریب سکون و سکینت میں اپنے قلب میں محسوس کر رہا ہوں اور اس کے بعد اپنے خلیفۂ اجل حضرت حکیم الاسلام کے علمی و روحانی فیضان عمر و صحت کی سلامتی اور برکت کے لئے مستجاب دعائیں دے کر رخصت فرمایا۔

فخرِ طریقت اویسِ وقت حضرت مولانا سید اصغر حسین میاں صاحبؒ نے حضرت حکیم الاسلام کی جامع شخصیت کے بارے میں ارشاد فرمایا:۔

میرے عزیز مولانا محمد طیب ہیں۔ اپنے بزرگوں کی تمام علمی خصوصیتیں اور روحانی نسبتیں حق تعالٰے نے جمع فرما کر ان کی ذات کو سراپا فیض بنا دیا ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے زمانہ میں ایک بار دارالعلوم میں تیز و تند طوفان آیا۔ ریشہ دوانیاں ہوئیں۔ خانوادۂ قاسمی کی عظمت کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کی گئی۔ حضرت حکیم الاسلام نے عالی ہمتی اور صبر و استقلال سے مردانہ وار مقابلہ کیا۔ معاندین اپنی موت آپ مر گئے۔ حضرت مدنیؒ نے اس موقع پر اپنے مکتوب گرامی میں آپ کو اخلافِ صدق کا جانشین، روایاتِ سلف کا امین، فیوضِ قاسمیہ کا حامل قرار دیا۔ اور اپنی نصرت و حمایت کی یقین دہانی فرمائی۔ مکتوب کا ایک اقتباس یہ ہے:۔

مت گھبرائیے اور صبر و استقلال اور عالی ہمتی اور خوشدلی کے ساتھ

کلماتِ عالیہ سے سرفراز فرماتے اپنے سفر کی روئیداد سناتے۔ سفر کی داستان۔ وہاں کا تہذیب و تمدن اساطین امت کی دینی محنت کے عالمی اثرات کے بیان پر آپ کا خطاب مشتمل ہوتا۔ ہم نے اس وقت حضرت کی قدر نہ کی۔ ان کی پیار بھری باتوں پر دھیان نہ دیا۔ خلیجی ملکوں میں حضرت کی پدرانہ شفقت کے نقوش قلب و جگر کو مضطرب کر رہے ہیں۔ وہاں کے اساتذہ کو نشۂ دولت نے تغافل اور بے حسی کا شکار بنا دیا ہے۔ وہ طلباء کو کسی دوسری ادنیٰ مخلوق کا فرد سمجھتے ہیں۔ درسی تقریر کے بعد ان کا طلباء سے رابطہ ختم ہو جاتا ہے۔ قدرِ نعمت بعدِ زوال۔ خدا ان کا بردار العلوم کا سایہ دراز تر فرمائے۔

میں نے دریافت کیا۔ یہ خیالات صرف آپ کے ہیں یا خلیجی ممالک میں رہنے والے دیگر فضلاء دیوبند بھی یہ احساس رکھتے ہیں فاضل رفیق نے کہا کہ پوری قاسمی برادری کا یہی تاثر ہے۔

یقین و عشق کی جامعیت

ملی مسائل کے انہماک، انتظام انصرام تصنیف تالیف دعوت وارشاد کی کثیر مصروفیات کے باوجود نماز با جماعت کا اہتمام، تسبیحات اوراد و وظائف کا معمول ناغہ نہ ہوتا۔ کراچی میں جناب شکیل احمد صاحب نے بتایا حضرت لاہور سے کراچی کیلئے ٹرین میں سوار ہوئے۔ میں ٹرین کے سیکنڈ کلاس میں تھا رات ۲ بجے سکھر کا پلیٹ فارم آیا سخت سردی کا زمانہ تھا۔ میرا خیال تھا حضرت نمازِ تہجد ضرور پڑھیں گے پانی ٹھنڈا ہے۔ میں کینٹن سے گرم پانی لایا دیکھا حضرت ٹھنڈے پانی سے وضو کر رہے ہیں میں نے سلام کیا اور گرم پانی پیش کیا۔ حضرت بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔ سفر و حضر میں عبادت اور انابت الی اللہ کا اس درجہ اہتمام یقینِ کامل اور عشقِ خداوندی سے سرشار رہنے کا نتیجہ تھا۔

عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

اس باغِ محمدی علیہ السلام (دار العلوم) کو سر سبز و شاداب کیجئے۔ اور فیوضِ قاسمیہ کو چار دانگِ عالم میں منتشر کیجئے۔ زمانہ کی تیز و تند ہوائیں چلیں گی۔ سمندروں کی موجیں تھپیڑے ماریں گی۔ خواہشات کے زلزلے آئیں گے۔ اصحابِ اغراض جھڑ جھڑائیں گے۔ مگر آپ کو ہمالیہ بننا چاہیئے۔ پروا نہ مت کیجئے۔ اور سعیِ پیہم میں مردانہ وار گامزنی کرتے رہیئے۔ ...... ہم ناکارے بدنام کنندہ نکونامال آپ کے ساتھ ہیں۔

ڈھونڈوگے ہمیں ملکوں ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم
تعبیر ہو جس کی حسرت و غم اے ہم نفسو وہ خواب ہیں ہم

اجلاس صد سالہ اور دورِ آزمائش

مارچ ۸۰ء ۶ جمادی الاول ۱۴۰۰ھ میں دار العلوم کا جشنِ صد سالہ ہوا حضرت حکیم الاسلام کی دعوت پر لاکھوں فرزندانِ توحید دیوبند میں جمع ہو گئے مشرق و مغرب سے علماء امت دانشورانِ قوم ماہرینِ تعلیم نیز بلادِ اسلامیہ کے زعماء کا جمِ غفیر شریک اجلاس ہوا۔ حضرت حکیم الاسلام کی مذہبی قیادت پر اظہارِ اعتماد آپ کی تابناک خدمات پر خراجِ تحسین پیش کیا یہ اجلاس اور اس کے مابعد اثرات آپ کی مقدس زندگی کا آخری امتحان ثابت ہوئے۔ قومی جماعتوں اور دینی مراکز سے وابستہ بعض حضرات آتشِ حسد کی زد میں آگئے۔ حضرت حکیم الاسلام کا منفرد اعلیٰ ارفع مقام ان سے دیکھا نہ گیا۔ بعض سیاسی افراد کا سہارا لیکر میدانِ کربلا کی تاریخ دہرانے پر کمر بستہ ہوئے۔ حضرت کی پاکیزہ ہستی کو گھناؤنے الزامات سے داغدار کرنا چاہا۔ ذہنی اذیتیں دیں۔ نفسیاتی اعصابی جنگ سے ان کے پاک صاف شیشۂ دل کو چکنا چور کیا ؎

مشیت میں مجالِ دم زدن توبہ معاذ اللہ
جسے یوسف بناتے ہیں اسے رکھتے ہیں زنداں میں

سکوت و صبر، حادثۂ وفات

۲۳ مارچ ۸۲ء کی شبِ تاریک میں دار العلوم کی عمارتیں آپ سے چھین لی گئیں

قدرت نے اس کے بعد بھی لگ بھگ سوا سال آپ کو بقیدِ حیات رکھا۔ صبر و عزیمت کی سخت ترین گھڑیاں آپ نے گذاریں۔ شائد رقیبوں کے کسی گوشۂ دل میں کوئی خانۂ رحم ہو۔ وہ اپنے کئے پر پچھتائیں حضرت والا سے معذرت کریں اور عاقبت کی گرفت سے بچ جائیں۔ حضرت صبر پر قائم رہے۔ بڑے بڑے بردبار لوگ حمّام میں ننگے ہوگئے۔ یا وہ گوئی اور الزام تراشی پر اتر آئے لیکن حضرت والا نے ایک لفظ کسی کے لئے نہ کہا ساری اذیتیں نازک دل پر جھیلیں۔ صبر سکوت اور استغناء کا پیکر بنے رہے۔ سرد آہوں کے تسلسل سے پوری کائنات تھرا گئی۔ علمی دینی حلقے کے سب سے زیادہ مظلوم اور معصوم مردِ کامل کی آہ دفغاں درِ حق تک جا پہونچی۔ ذاتِ حق نے علم و فضل اور صبر و عزیمت کے اس ہمالیہ کو اپنی آغوشِ رحمت میں لے لیا۔

۶ شوال ۱۴۰۳ھ ۱۷ جولائی ۱۹۸۳ء کو بوقتِ چاشت آپ ربِّ حقیقی سے جا ملے۔ آپ کا جانا کیا ہوا سلفِ صالحین اور علماء صادقین کی بزم کی آخری شمع گل ہوگئی۔ علمی کائنات سونی ہوگئی۔ روحانی عرفانی مجلسیں اداس ہیں۔ شعور و حکمت کا گلستاں خزاں رسیدہ ہے علمی وقار اور مذہبی دبدبہ جو آج کے دورِ مادیت میں آپ کے کردار سے زندہ تھا ہمیشہ ہمیش کے لئے رخصت ہوگیا۔ جماعتِ دیوبند کے جمال و کمال کی علامت اور مظہر آپ کی ذاتِ عالی تھی۔ انبیاء کرامؑ کے اسوۂ حسنہ کی جھلک صحابۂ کرامؓ کی ایمانی و عملی ضیاء پاشیوں کی چمک۔ صالحین کاملین مردانِ حق کے کردار کی تابانی آپ کے حسنِ عمل سے آشکارا تھی۔ پوری جماعت تمثال اور نمونہ کے طور پر آپ کی ذات والا صفات کو پیش کرتی تھی سو

شیشہ بھی ہے ساقی بھی ہے۔ ہے شمع بھی پر بن ترے
وہ خوبیٔ مجلس کہاں۔ وہ رونقِ محفل کہاں

رفتید ولے نہ از دلِ ما

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے بعد طبقۂ علماء میں حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب قاسمی جیسی جامعیتِ کبریٰ کی حامل کوئی دوسری شخصیت نظر نہیں آتی بالفاظِ مختصر حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی اور قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے علوم و معارف اور اصلاحی مشن کو منطقی انتہا تک پہونچانے کا کام حضرت حکیم الاسلام نے سرانجام دیا۔ چار دانگِ عالم میں فلسفۂ ولی اللہی اور فکر قاسمی کی ترویج و اشاعت فرمائی اور علوم متداولہ کی مقبولیت کو عام اور تام کیا۔

نقشِ جاوید

دارالعلوم کی عمارتیں آپ سے چھین لی گئیں۔ نوّے سال کی عمر میں رنج و صدمہ سے نڈھال ہوکر دنیائے فانی بھی آپ کو چھوڑنی پڑی۔ لیکن خدا داد آپ کی تقدیس و عظمت کو ذرّہ برابر کوئی آپ سے نہ چھین سکا۔ ہر دور میں آپ کی عظمت و پاکیزگی ضرب المثل رہی آپ کا وقار سربلند رہا آپ کی صداقت دیانت عدالت مسلم رہی۔ جن عاقبت اندیشوں نے آپ کو ننگِ دین ثابت کرنا چاہا وہ خود ننگے ہوگئے رہی سہی ساکھ بھی ختم کر بیٹھے اور حضرتِ والا کی نیک نامی کمالِ آفتاب کے ساتھ فزوں تر ہو رہی ہے۔ آپ کا نام و مقام نیز آپ کا خاندانی وقار انشاء اللہ رہتی دنیا تک قائم رہے گا۔ آپ کے کارنامے روزِ روشن کی طرح درخشاں رہیں گے۔ آپ کے کلمات طیبات کا زمزمہ آج پوری دنیا میں جاری ہے۔ اور انشاء اللہ تا ابد جاری رہے گا۔ آپ اپنی مخلصانہ دینی مساعی کے سبب زندہ جاوید ہیں اور دونوں جہاں میں سرخرو اور فائز المرام ہیں۔ جب تک دارالعلوم قائم رہے گا اور ایک بھی قاسمی دنیائے رنگ و بو میں موجود ہوگا آپ کا اور آپ کے مقدس خانوادہ کا نام زندہ و تابندہ رہے گا۔ کیوں نہ ہو آپ کا خانوادہ کریم ابن کریم ابن کریم ابن کریم جیسے پاکیزہ تسلسل کا آئینہ دار ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی مقدس

نسلوں جیسا علمی دینی سلسلہ آپ کے خاندان میں جاری ہے۔ دار العلوم آپ کے جدِّ امجد شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کا قائم کردہ علمی گہوارہ ہے۔ مسلکِ دیوبند فکر دیوبند اور جماعتِ دیوبند کے اصول و ضوابط حضرت نانوتوی کے مرتب کردہ ہیں۔ آپ کے والدِ ماجد حضرت مولانا حافظ محمد احمد کی مساعی جلیلہ اور نظم و تدبیر سے دار العلوم پروان چڑھا۔ اور توسیع و ترقی سے سرفراز ہوا۔ حضرت حکیم الاسلام کا ساٹھ سالہ دورِ اہتمام دار العلوم کو آفاقیت بخشنے اور بین الاقوامی مرکز بنانے کا موجب بنا دار العلوم کا ذرّہ ذرّہ آپ کی جد و جہد اور دعاء نیم شب کا رہینِ منت ہے۔ آپ کی اور دیگر اکابر کی باطنی و روحانی توجہات انشاء اللہ مسلکِ حق کو مٹنے نہ دیں گی اور دار العلوم کو اس کی اقدار و روایات پر قائم رکھیں گی۔

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے — وہ مردِ درویش جس کو حق نے دیئے انداز خسروانہ

تربیتی اجتماع

زیرِ نگرانی: عارف باللہ حضرت الحاج صوفی جمیل احمد رحمانی مدفیوضہ

خلیفہ مجاز امیر شریعت حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانی قدس سرہ

سابق جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

۲۱ اکتوبر ۹۴ء جمعہ، بعد عصر تا بعد فجر

بمقام: جامع مسجد درھا، پوسٹ محمدیہ، ضلع پورنیہ (بہار)

اس روحانی اجتماع میں تربیت و تزکیہ اور ذکر و فکر پر خصوصی توجہ دی جائے گی۔

اس میں مقامی علماء کرام کے علاوہ مولانا محمد ہاشم القاسمی مدیر الفیصل "حیدرآباد" کی شرکت متوقع ہے

سلسلۂ رحمانی کے متوسلین متعلقین اور عامۃ المسلمین سے شرکت کی خواہش کی جاتی ہے

ایڈیٹر پرنٹر پبلیشر محمد ہاشم القاسمی نے اعجاز پرنٹنگ پریس میں چھپوا کر دفتر "الفیصل" حمایت نگر حیدرآباد سے شائع کیا

REGD. No. H/HD-670
REGD. No. R.N. 45029/86

SEPTEMBER 19
ISSUE No.

AL FAISAL MONTHL

3-6-373/A, Himayatnagar, Hyderabad-500 029. India Phone : 632

HUDA PUBLIC SCHOOL
HIMAYAT NAGAR, HYDERABAD.

ھدیٰ پبلک اسکول

حمایت نگر۔ حیدرآباد

انگریزی میڈیم

قلبِ شہر میں واقع، پُرسکون ماحول میں ایک مکمل عصری اسکول

- قابل اور تجربہ کار اساتذہ کی خدمات حاصل
- بچوں پر انفرادی توجہ، مکمل ڈسپلن
- اردو اور دینیات کی تعلیم کا معقول انتظام

M.H. QASMI
DIRECTOR

ANNUAL SUBS. Rs. 36-00 PER COPY Rs 3-00